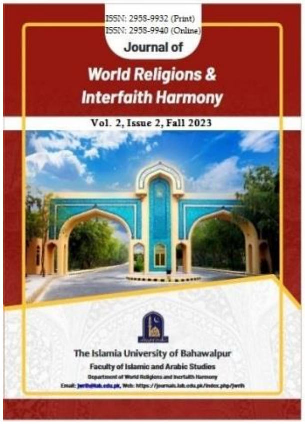

Journal of World Religions and Interfaith
ISSN: 2958-9932 (Print), 2958-9940 (Online)
Vol. 2, Issue 2, Fall 2023, PP. 90-114
HEC:https://hjrs.hec.gov.pk/index.php?r=site%2Fresult&id=1089593#journal_result
Journal homepage: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih
Issue: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/issue/view/145
Link: https://journals.iub.edu.pk/index.php/jwrih/article/view/2087
DOI: https://doi.org/10.52461/jwrih.v2i2.2087
Publisher: Department of World Religions and Interfaith Harmony, the Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

---

Title Impacts of Conqueror Nations of Holy Land on the Semitic Religions

Author (s):

Dr. Ahmad
Associate Professor of Islamic Studies, Punjab University of Technology Rasul Mandi Bahauddin

Dr. Shfaqat Ali al-Baghdadi al-Azhari
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Minhaj University Lahore

Received on: 26 August, 2023
Accepted on: 15 December, 2023
Published on: 31 December, 2023

Citation: Dr. Ahmad, and Dr. Shfaqat Ali al-Baghdadi al-Azhari. 2023. “Impacts of Conqueror Nations of Holy Land on the Semitic Religions”. *Journal of World Religions and Interfaith Harmony* 2 (2):90-114. https://doi.org/10.52461/jwrih.v2i2.2087.

Publisher: The Islamia University of Bahawalpur, Pakistan

Journal of World Religions and Interfaith Harmony by the Department of World Religions and Interfaith Harmony is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

ارضِ مقدس کی فاتح اقوام کے سامی ادیان پر اثرات

Impacts of Conqueror Nations of Holy Land on the Semitic Religions

Dr. Ahmad
Associate Professor of Islamic Studies, Punjab University of Technology Rasul Mandi Bahauddin. Email: drche313@gmail.com

Dr. Shfaqat Ali al-Baghdadi al-Azhari
Associate Professor, Department of Islamic Studies, Minhaj University Lahore. Email: sabaliwaag@gmail.com

Abstract

Allah Almighty granted the Holy Land to his selected peoples on earth. When the Prophet David conquered it, he was called the Caliph by Almighty. Jerusalem had been in the hands of Israelites, the chosen nation. They take it easy and could not obey Almighty's day to day instructions. In this way they became disobedient to their Prophets which was not according to the standards of the Caliphate of the Promised Land. In the result of it, they faced the conquerors of their rival nations. Allah gave them some opportunities but their disqualification from being the chosen nation confirmed when they tried to crucify the Messiah. Centuries later, the Last Prophet of Allah came. His journey to the heavens began by the Jerusalem after his pray to all the Prophets. The conquerors of the Holy Land have contributed to the transformation of the Caliphate. In the Biblical Period, the nations of Assyrians and Chaldeans became global powers. Because of Israelites' disobedience, both Semitic nations repeatedly imposed on Israel and Judah. Iranians, the descendants of Japheth recovered this crisis. The Diaspora of Jews began when they were expelled by the Romans. This conqueror nation converted to Christianity so it spread in the Roman Empire. The Arabs became the rulers of Muslims until the Crusaders of Europe and Mongolian Tatars conquerors transferred the Caliphate to non-Arab Muslims. Because of the British conquest and, consequently, the Zionist occupation in the Holy Land, countdown of the Final Age started, in which the final decision of the Semitic religions will be made clear by the Rapture of Messiah.

Keywords: Semitic Religions, Conqueror Nations, Jerusalem, Muslims, Prophets.

یروشلیم ارضِ مقدس کا مرکزی مقام ہے۔ تاریخ بتاتی ہے کہ اس شہر سے امنِ عالم کا براہ راست تعلق ہے۔ یہ اپنے اپنے وقت کی عالمی طاقتوں کے ہاتھ میں رہا ہے۔ سامی ادیان کی تبلیغ و اشاعت میں بھی اس شہر کو اہمیت حاصل رہی ہے۔ یہودیت یہیں پروان چڑھی۔ مسیحیت نے یہیں سے جنم لیا۔ اسلام میں بھی اس شہر کی خاص اہمیت ہے۔ ان تینوں ادیان کی تعلیمات سے پتہ چلتا ہے کہ امنِ عالم اور ادیان کے مستقبل کا فیصلہ یہیں ہونا ہے۔ جو جو اقوام عالمی سیاست اور دینداری میں کمزوری دکھانے لگیں تو ان کا پالا اس شہر کے فاتحین سے پڑا۔ اس شہر کا تعلق خلافتِ ارضی سے ہے۔ اللہ تبارک و تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو اپنی تمام مخلوقات میں افضل قرار دیتے ہوئے، خلافت ارضی کا حقدار ٹھہرایا تو فرشتوں میں مقبول ایک خود اعتمادِ جن عزازیل کو اپنی اہلیت، تجربے اور طویل خدمات کے زعم میں اپنا استحقاق مجروح ہوتا دکھائی دیا۔ اللہ تعالیٰ کے غضب کو للکارتے ہوئے وہ شیطان اور ابلیس کہلایا اور اعلانِ جنگ کی وجہ سے نامعلوم مدت تک کی مہلت اور انجامِ کار نامرادی کی وعید لے کر تنزل سے، راندہ درگاہ کر دیا گیا۔ ہبوطِ آدم علیہ السلام کے بعد خلافتِ ارضی کے رستے میں روڑے اٹکانے کے لیے آپؑ کا پہلا بیٹا اس کا آلہ کار بنا جسے اللہ تعالیٰ نے اپنے بھائی کو قتل کرنے کی پاداش میں پوری انسانیت کا قاتل ٹھہرایا۔

جب بنو آدم صراطِ مستقیم سے ہٹ گئے تو حضرت نوح علیہ السلام طاغوت کے آگے سینہ تان کر کھڑے ہو گئے لیکن ان میں ہدایت کی رمق نہ پا کر آپؑ نے کرہ ارض سے کفار کے ایک ایک گھر کو ملیامیٹ کرنے کی بددعاء دی، اور بحکم الٰہی اہلِ ایمان اور اپنے بچوں حام، سام اور یافث کے ہمراہ کشتی میں جا بیٹھے، اور پھر اتر کر معلوم دنیا کو اپنے بچوں میں بانٹ دیا۔ بنو سام آرمینیا اور شمالی ایشیا، بنو حام شمالی افریقہ اور بنو یافث یورپ کے آبادکار ہیں۔ بنو سام اپنے انبیاء کرامؑ کی نبوت و رسالت سے جانے جاتے ہیں جن کی پیشوائی حضرت ابرٰہیم علیہ السلام کے پاس تھی۔ طاغوت اپنی تہذیب کو آدم ثانی کی اولاد میں رائج کر رہا تھا جس کے سدِباب کے لیے آپؑ نے فی سبیل اللہ اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔ مشکل ترین زندگی کی پے در پے آزمائشوں میں یکسوئی کے انعام میں، آپؑ اللہ تعالیٰ کی طرف سے تمام انسانوں کی امامت کے مستحق بنے۔

کنعان کی سرزمین پر یروشلیم ایک فصیل والی قدیم بستی تھی جس پر کنعانیوں، اموریوں اور یبوسیوں کا قبضہ رہا۔ تقریباً دو ہزار سال قبل مسیح میں حضرت ابراہیم علیہ السلام عراق کے شہر اُر سے یہاں آباد ہوئے تو یہ خطہ ارضِ مقدس کہلایا، جس میں آپؑ نے اپنے ایک فرزند حضرت اسحاق علیہ السلام کو آباد کیا۔ اُن کے ایک بیٹے حضرت یعقوب علیہ السلام تھے، جنہیں اسرائیل، اور ان کی اولاد کو بنو اسرائیل کہا جاتا ہے۔ ان کی دینی تاریخ ارضِ مقدس کے گرد گھومتی ہے۔ حضرت ابرٰہیم علیہ السلام نے اپنے بڑے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو مکہ میں آباد کیا تھا۔

اسرائیلیوں کے سامی ادیان پر اثرات

عہدِ زریں میں اسرائیلی عالمی سیاست کے بادشاہ تھے۔ یروشلیم سے ہی یہودیت کو شناخت ملی۔ جب یہودی دین سے دور ہوئے تو ان کے جانشین مسیحی بنے۔ قدیم دور میں مشرقِ وسطیٰ تہذیب انسانی کا مرکز رہا ہے۔ عالمی سیاست اور دنیا کی حکمرانی کا فیصلہ یہیں ہوتا رہا ہے۔ بنواسرائیل حضرت یوسف علیہ السلام کی سربراہی میں مصر چلے گئے، جہاں حالات ناسازگار ہونے پر حضرت موسیٰ علیہ السلام انہیں غلامی سے نکال لائے، اور ارضِ مقدس کو فتح کرنے کے لیے انہیں آمادہ کرنا چاہا۔ بنو اسرائیل ارض مقدس کے وعدے کی تعبیر اپنے آباءواجداد کی سی محنت کی بجائے شارٹ کٹ میں چاہتی تھی، جس کی وجہ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام غمناک ہو کر اللہ تعالیٰ سے جاملے۔ شیطان نے بنواسرائیل کو اپنا ہدف بنالیا تھا، جنہیں اللہ تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذریعے توریت وشریعت سے نواز کر ممتاز مقام عطاء کیا تھا۔ آپؑ کے دور میں سامری، اس قوم کو ورغلانے میں کامیاب ہو گیا تھا۔ اس جیسے کرداروں نے ان میں نقب زنی کی ہمیشہ کوشش کی، جن کی ہمنوائی کی بدولت اللہ تعالیٰ نے ان پر زورآور اقوام مسلط کیں۔ دیگر اقوام ان سے نسلی رقابت رکھتی تھیں، جو ان کی معصیت کی وجہ سے سامیت دشمنی کی حد تک چلی گئیں۔ آپؑ کی امنگ کے مطابق حضرت یوشع علیہ السلام موعودہ سرزمین میں داخل ہوئے لیکن قوم نے اجتماعیت اختیار نہ کی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے ایک حرمت والے گھر کی تعمیر کا حکم یوں دیا تھا:

> ”اور وہ میرے لئے ایک مُقدس بنائیں تاکہ مَیں اُنکے درمیان سکُونت کُروں۔ اور مسکن اور اُس کے سارے سامان کا جو نمونہ مَیں تجھے دکھاؤں ٹھیک اُسی کے مُطابق تُم اُسے بنانا۔“[1]

اسرائیلی قوم کی درخواست پر انہیں تاج وتخت کی بشارت دیتے ہوئے حضرت سیموئیل علیہ السلام نے ساؤل کو پہلا بادشاہ مقرر کیا:

> ”اور جب تیرے دِن پُورے ہو جائیں گے اور تُو اپنے باپ دادا کے ساتھ سو جائے گا تو مَیں تیرے بعد تیری نسل کو جو تیرے صُلب سے ہو گی کھڑا کر کے اُسکی سلطنت کو قائم کروں گا۔ وُہی میرے نام کا ایک گھر بنائے گا اور مَیں اُسکی سلطنت کا تخت ہمیشہ کے لئے قائم کرُوں گا۔“[2]

---

(1) **کتابِ مقدس**، پاکستان بائبل سوسائٹی، لاہور، 1995ء، خروج25: 8-9۔

(2) **2سموئیل** 7: 12-13

حضرت طالوت یعنی ساؤل نے جالوت کو آخر کار مغلوب کیا اور تابوت سکینہ واپس لیا۔ ساؤل بادشاہ کی وفات کے بعد حضرت داؤد علیہ السلام بنو اسرائیل کے بادشاہ بنے تو حبرون سے بیت المقدس میں اپنا دار الحکومت تبدیل کیا اور اس کا نام یروشلیم رکھا۔ آپؑ کے لیے اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلان صادر ہوا کہ ہم نے تمھیں خلافتِ ارضی عطاء کر دی ہے۔

بائبلی دور (Biblical-era) میں گریٹر اسرائیل انبیاء کرامؑ کا تھا، جس کی وراثت حضرت سلیمان علیہ السلام کے حصے میں آئی۔ آپؑ نے 965 ق م سے 926 ق م تک حکومت کی اور پہلا ہیکل بنایا۔ یہ عہدِ زریں 1000 ق م تا 900 ق م تقریباً سو برس رہا۔ نبوت کی بصیرت سے آپؑ دست بدعاء ہوگئے کہ ہواؤں، فضاؤں، موسموں، چرند پرند اور سب سے بڑھ کر جن وانس پر اختیارات والی سپر پاور، گریٹر اسرائیل پھر کسی کو نہ دی جائے۔ آپؑ کی وفات کے بعد بنو اسرائیل کی متحدہ ریاست دو حصوں اسرائیل اور یہودا میں تقسیم ہوگئی، جو باہم دست و گریبان رہیں۔

حضرت ابرٰہیم علیہ السلام کے نام لیوا ہونے کی وجہ سے اسرائیلیوں کے اقوامِ عالم پر گہرے اثرات ہیں۔ ان میں بکثرت انبیاء کرامؑ کی بعثت ہوئی۔ اس سے سامی نسل نبوت اور وحی الٰہی سے پہچانی گئی۔ حضرت نوح علیہ السلام کی باقی اولاد نے نبوت کے ذریعے بار بار یاد دہانی نہ کرانے پر ان کی تعلیمات فراموش کر دی تھیں۔ اسی طرح حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد نے مکہ مکرمہ کی تولیت اپنے پاس رکھی، لیکن اسے شرک کا مرکز بنا دیا تھا۔ خوش قسمتی سے بنو اسرائیل اللہ تعالیٰ کی پسندیدہ قوم بنی، جسے اللہ تعالیٰ نے گمراہی سے بچانے کے لیے انبیاء ورسل مبعوث کیے۔

اللہ تعالیٰ کی جانب سے مبعوث کیے جانے والے ہر نئے نبی نے سابقہ انبیاء اور ان کی تعلیمات کو قدر کی نگاہ سے دیکھا۔ بنو اسرائیل میں سے ایمانداروں اور منکرینِ نبوت میں تفریق کرنے کے لیے اللہ تعالیٰ نے ان پر زور آور اقوام مسلط کیں، اور پھر ان سے نجات دلائی گئی۔ حضرت ابرٰہیم علیہ السلام کے رستے پر چلنے والے بنو یہودا اور بنو بنیامین خود کو یہودی کہلانے لگے، تو ان کے دین یہودیت کی اصلاح کے لیے ان میں سے حضرت مسیح علیہا السلام مبعوث فرمائے گئے۔ جن کی تکذیب کرنے پر یہودی اللہ تعالیٰ کے غضب کا نشانہ بنے، جبکہ ایماندار مسیحی کہلائے جانے لگے۔

مسیحائی اور انسانی مساوات کے مسیحیؑ درس سے مسیحیت پھیلتی چلی گئی۔ اسمٰعیلیوں میں حضرت محمد ﷺ کی بعثت کو یہود و نصاریٰ نے تسلیم نہ کیا تو دینِ اسلام قیامت تک کے لیے اللہ تعالیٰ کا پسندیدہ دین کہلایا، اور اعلان کر دیا گیا کہ جو شخص اس دین کے علاوہ دینداری کا دعویٰ کرے گا تو اس کی بات عند اللہ قابلِ قبول نہ ہوگی۔ آپ ﷺ کی ختمِ نبوت کی وجہ سے انسانیت کو گمراہی سے بچانے کی ذمہ داری علمائے امت پر ڈالی گئی۔ یہ مرتبے میں اسرائیلی انبیاءؑ کی برابری نہیں کر سکتے، لیکن یہ

ان کی طرح بلند مرتبے کا کام کریں گے۔ آخری الہامی کتاب قرآنِ کریم سابقہ انبیاء کے ذکرِ خیر سے بھری پڑی ہے جن پر ایمان کے بغیر کوئی شخص مسلم نہیں بن سکتا۔ ہر دور میں انبیاء کا قتل ہوا، یا تکذیب ہوتی رہی، لیکن ماننے والوں نے ان کے ردِ عمل میں کبھی بھی سچے انبیاء کی تکذیب نہیں کی۔ اسی طرح آج بھی صاحبِ ایمان توہینِ رسالت کے ردِ عمل میں سابقہ انبیاء کی اہانت کا سوچ بھی نہیں سکتا۔

اسوریوں کے سامی ادیان پر اثرات

جب یہود نے باہم دینی تبلیغ کا راستہ ترک کر دیا، تو ان سے دینی امامت اور عالمی اقتدار بتدریج واپس لے لیا گیا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کے بعد، بنواسرائیل کی دونوں ریاستیں ایک دوسرے سے دشمنوں جیسا برتاؤ کرتی تھیں۔ انہوں نے ہمسایہ مشرک اقوام سے سفارت کاری کر کے ایک دوسرے کے خلاف محاذ بنا رکھا تھا۔ ہمسایہ مشرک اقوام کا اثر و رسوخ بڑھتا چلا گیا، جس نے بالآخر ارضِ مقدس پر ان کے قبضے کی راہ ہموار کی، اور انہیں فلسطین سے باری باری بے دخل کر دیا گیا۔ عصرِ حاضر میں یہود آخری دو انبیاء پر ایمان لائے بغیر توحیدِ باری تعالیٰ پر اکتفاء کرتے ہیں۔ وہ ارضِ مقدس پر اپنے سنہری دور کا گریٹر اسرائیل بنانا چاہ رہے ہیں، جبکہ تمام انبیاء ورسل کے نام لیوا موحد مسلم ممالک مشرقِ وسطیٰ میں بنواسرائیل کی غلطی دہرا رہے ہیں، جس کی وجہ سے ان کا یہ دشمن ناقابلِ تسخیر بنتا چلا جا رہا ہے۔

دونوں اسرائیلی ریاستوں میں اللہ تعالی کی نافرمانی بڑھ گئی تو ایک سامی قوم کی اسوریائی مملکت نے خطے میں سیاسی استحکام حاصل کرنا شروع کیا۔ سارغون دوم نے اپنے سے پندرہ سو سال پہلے کے میسوپوٹیمیائی تاریخ کے پہلے عظیم بادشاہ، سارغون اول سے نام کی نسبت قائم کی، اور 722ق م تا 705ق م حکمرانی کرتے ہوئے مغربی ایران سے بحیرہ روم کے ساحلوں تک سامی اسوریائی سلطنت کو وسعت دی، اور مصر کے کچھ حصوں کو بھی محکوم بنایا۔ اس نے 722 ق م میں اسرائیل کی بادشاہت ختم کی، بیشتر آبادی غلام بنائی اور پھر انہیں ملک بدر کر دیا لیکن وفادار اور پرسکون جنوبی ریاست یہودا باقی رہنے دی۔[(3)]

سارغون دوم کا کہنا تھا کہ اس نے اسرائیل کے تمام قصبے اور شہر فتح اور برطرف کر دیئے اور مالِ غنیمت میں 27290 رہائشی غلام بنا کر لایا ہے۔ انہوں نے شکست خوردہ اسرائیلی افواج میں شامل رتھ کو بھی اپنی فوج میں شامل کیا۔[(4)]

(3) Jon Durbin, **Western Civilizations Their History & Their Culture**, (New York: W. W. Norton & Company, 2011), 1: 59.

(4) Owen Jarus, **Who Are the Assyrians?** Retrived Jan 9, 2020, from: https://www.livescience.com.html.

بائبل کے مطابق وہ یہود ریاست کے حصول میں مکمل ناکام رہا۔ اسوریاؤں کو مصریوں سے لڑنا تھا جس کی بناء پر انہیں اپنی افواج یروشلیم سے منتقل کرنا پڑیں۔ اگلی صبح بیدار ہونے پر لوگوں نے ان کے کیمپ میں ایک لاکھ پچاسی ہزار کی باقی ماندہ فوج مردہ پائی۔ سلاطین دوم میں بیان ہے:

> "سو اُسی رات کو خُداوند کے فرشتہ نے نکل کر اسور کی لشکر گاہ میں ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمی مار ڈالے اور صبح کو جب لوگ سویرے اُٹھے تو دیکھا کہ وہ سب مرے پڑے ہیں۔" (5)

اسوریوں پر اللہ تعالیٰ کی پکڑ آگئی تھی، انہیں فرشتے نے مٹا دیا تھا۔ یسعیاہ کی کتاب میں ایسے ہی مزید بیان ہوا ہے:

> "پس خداوند کے فرشتہ نے اسوریوں کی لشکر گاہ میں جا کر ایک لاکھ پچاسی ہزار آدمی جان سے مار ڈالے اور صبح کو جب لوگ سویرے اٹھے کہ وہ سب مرے پڑے ہیں۔ تب شاہ اسور سنحیرب کوچ کر کے وہاں سے چلا گیا اور لوٹ کر نینوہ میں رہنے لگا۔"[6]

اسوریاؤں نے مقبوضہ اسرائیلی عوام کی آبادی کو منقسم کرنے کی ایک قبیح مشق اپنائی۔ انہوں نے انہیں اس طرح اپنی وسیع سلطنت میں دور دراز آباد کیا کہ ان کی یکجہتی ختم ہو گئی۔ وہ خود خالی کردہ مقبوضہ علاقے یعنی اسرائیل کے دارالحکومت سامریہ اور ملک کے طول و عرض میں پھیل گئے۔ انہوں نے اسوریائی بستیاں قائم کیں جس سے مقبوضہ علاقے میں ان کی اکثریت بنتی چلی گئی، یہاں انہوں نے اپنے دیوتاؤں کی پوجا پاٹ شروع کی اور اپنی تہذیب کو ترویج دینے لگے۔ ہر مشرک کی طرح انہوں نے اسرائیلی سرزمین کے معبود کے انتقام سے ڈر کر اس کی رضا بھی طلب کی۔ جس سے متاثر ہو کر اسرائیلی بھی دیگر اقوام کے معبودوں کی شکتیوں کے معترف رہے۔ اسوریاؤں کی طرف سے اسرائیلیوں کی جبری ہجرت عراقی یہود کے تاریخی آغاز کی علامت بن گئی۔ ظالم فاتحین نے یہود کے دس قبائل گم کر دیئے۔ ان قبائل نے برائے نام بھی معبودِ حقیقی، الہامی دین، اپنی عبرانی نسبت اور شناخت کو چھوڑ دیا۔

---

(5) **2سلاطین:** 19: 35

(6) **یسعیاہ:** 37: 36-37

اسوریائی جب سامری بن گئے تو انہوں نے عبرانی دینی ادب اور تہذیب و تشخص کو اپنالیا۔ انہیں ہیکل کے باہر قربانی کی سو جھی جو یہودیوں کے لیے قابلِ قبول نہ تھی۔ اللہ تعالیٰ کی منتخب قوم کے طور پر اپنے ساتھ مخصوص اس قربانی کو وہ غیر اقوام کی طرف سے برداشت نہ کر سکے، اور ان پر حملہ آور ہوئے جس سے تنازعات جنم لینے لگے۔ (7)

عصر حاضر میں یہود مقبوضہ فلسطین میں اسوریائی اطوار اپنا کر یہودی بستیوں میں آبادکاری کر رہے ہے جس سے فلسطینی بے گھر ہو کر دیگر اقوام کے رحم و کرم پر ہیں۔ اپنے ظلم و ستم کو حق بجانب قرار دینے کے لیے اسرائیلی نسل پرستی کا سہارا لیتے ہیں۔

اسوریاؤں کے جلاوطن کیے گئے دس قبائل ابھی تک گمشدہ ہیں جن کے بارے میں قیاس آرائی کی جاتی ہے کہ بھارت کے برہمن اپنے ساتھ برہما یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کا نامِ مبارک اور صُحُفِ ابراہیم و موسیٰ اپنشد کی شکل میں لائے۔ ایسے مفروضے عبرانی اور پشتو الفاظ کی مماثلت کی وجہ سے پختون اقوام کے بارے میں بھی پائے جاتے ہیں۔ اسوریاؤں کے ان اقدامات سے سامی دین کو بہت دھچکا لگا جس کے نام لیواؤں کی غالب اکثریت کی حقیقی دینداری میں واپسی اور ابراہیمی دین کی طرف مراجعت کی امید دم توڑ گئی۔ درحقیقت یہ دس قبائل خلافتِ ارضی کے معیار سے گرنے پر ارضِ مقدس سے الگ تھلگ کر دیئے گئے تھے، اور یہ منصب تب یہودی ریاست کے باشندوں کے لیے مختص کر دیا گیا تھا۔

کلدانیوں کے سامی ادیان پر اثرات

سامی کلدانیوں نے 605ق م میں بابل پر قبضہ کر کے بالائی فرات کے علاقے میں اسوریائی طاقت، اور اس کی آخری باقیات کو ختم کر دیا، جس سے یہ خطے کی غالب طاقت بن گئی۔ انہیں اکاد قوم بھی کہا جاتا تھا جس نے میڈیا سے اتحاد کر کے اپنی پوزیشن مزید مستحکم کر لی تھی۔ 586 ق م میں ان کے بادشاہ نبوکدنضر نے یروشلیم پر قبضہ کیا، ہیکل کو تباہ کیا اور یہودیہ کی آبادی کو بابل منتقل کر دیا۔ یہاں انہیں مصر کی طرح دوسری بار غلام بنالیا گیا۔ اس اسیری کے دوران اسرائیلی غلاموں کی بستی دریائے فرات کے کنارے بنائی گئی، جس کا نام تل ابیب تھا۔ اسی کی یاد میں عصر حاضر کی نام نہاد اسرائیلی ریاست کا دارالحکومت یافا کے ساتھ، تل ابیب کے نام سے آباد کیا گیا ہے۔

کلدانی دور میں حضرت عزیر علیہ السلام نے بنو اسرائیل کو خالص توحید کی طرف واپسی میں رہنمائی کی، جو اب تک یہودیت پر اثر انداز ہے۔ بچ جانے والے یہودی بت پرستی یا مشرکانہ رسومات سے اجتناب کرتے رہے، لیکن وہ اپنے ہاں نبوت

(7) Retrived Jan 9, 2020 from: https://www.jewishvirtuallibrary.org

کے جھوٹے دعویداروں اور سچے انبیاء کرام میں فرق نہ کر سکے۔ حضرت یرمیاہ علیہ السلام نے کلدانیوں کے تسلط کے بارے میں اللہ تعالیٰ کے فیصلے سے آگاہ کیا، تو یہودی بادشاہ نے انہیں قید کرادیا۔ تب جھوٹے نبی کلدانیوں کی فتح کی بجائے یہودی سلطنت کی بقاء کی بشارتیں دینے میں مشغول تھے۔ بابل کی اسیری میں بھی ان کے ہاں جھوٹے نبی سر اٹھانے لگے جو کلدانیوں سے مرعوبیت میں طویل مدت تک کی اسیری بتانے لگے۔ یوں وہ یہود کو بابل میں آباد ہونے کی ترغیب دینے لگے، تو حضرت یرمیاہ نے انہیں سزائے موت کی وعید سناتے ہوئے پیش گوئی کی تھی کہ یہودی قید سے ستر سال بعد یروشلیم واپس جائیں گے۔

> "کیونکہ ربُ الافواج اِسرائیل کا خدا یوں فرماتا ہے کہ وہ نبی جو تمہارے درمیان ہیں اور تمہارے غیب دان تم کو گمراہ نہ کریں اور اپنے خواب بینوں کو جو تمہارے ہی کہنے سے خواب دیکھتے ہیں نہ مانو۔ کیونکہ وہ میرا نام لے کر تم سے جھوٹی نبوت کرتے ہیں۔ میں نے اُن کو نہیں بھیجا خداوند فرماتا ہے۔ کیونکہ خداوند یوں فرماتا ہے کہ جب بابل میں ستر برس گذر چکیں گے تو میں تم کو یاد فرماؤں گا اور تم کو اِس مکان میں واپس لانے سے اپنے نیک قول کو پورا کروں گا۔"[8]

بابل میں اسیری کی پستہ حالت اور عروج کے بعد اس تنزل کا سبب حضرت یسعیاہ، حضرت یرمیاہ اور حضرت حزقی ایل علیہم السلام کے انتباہ کے باوجود ان کی روگردانی تھا۔ اللہ تعالیٰ کا یہ عذاب ان میں سے کھرے کھوٹے میں تمیز لایا۔ ایک مہلت لے کر رحمت الٰہی پھر جوش میں آئی۔ حضرت دانی ایل علیہ السلام کا خواب اور آپؑ کو حضرت جبرائیل علیہ السلام کی بتائی گئی تعبیر میں ان کے لیے ایک محسن کی نوید تھی:

> "تب میں نے آنکھ اٹھا کر نظر کی اور کیا دیکھتا ہوں کہ دریا کے پاس ایک مینڈھا کھڑا ہے جس کے دو سینگ ہیں۔ دونوں سینگ اونچے تھے لیکن ایک دوسرے سے بڑا تھا اور بڑا دوسرے کے بعد نکلا تھا۔۔۔۔ جو مینڈھا تو نے دیکھا اس کے دونوں سینگ مادی اور فارس کے بادشاہ ہیں۔"[9]

کلدانیوں کی حکومت کے یہودیت پر طویل سیاسی اثرات مرتب ہوئے۔ ان کا نجات دہندہ اب ان میں جنم لینے والے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح اسرائیلی بلکہ سامی نژاد بھی نہ تھا۔ اس سے وہ اب تک نہیں سمجھ پائے کہ ارضِ مقدس

---

(8) **یرمیاہ** 29: 8-10

(9) **دانی ایل:** 8 :3،20

پر تولیت کا حق وراثت یا حسبی و نسبی نسل پرستی کا مرہونِ منت نہیں، بلکہ اس کے لیے عمل سے استحقاق اور میرٹ ثابت کرنے کی ضرورت ہے۔

جب سے کلدانیوں کی بڑی طاقت نے یروشلیم اور ہیکل سلیمانی کی اینٹ سے اینٹ بجائی ہے، تب سے اب تک بنو اسرائیل سپر پاور کے مرتبے پر فائز نہیں ہو پائے، بلکہ ان کی بقاء دیگر اقوام کے مرہون منت رہی ہے۔ یہ سب کچھ ان کے فسق و فجور کی وجہ سے تھا جس کی سزا میں ڈیڑھ سو برس تک فلسطین یہودیوں سے خالی رہا۔ ثانوی درجے یا تیسری دنیا جیسے سیاسی معیار سے انہیں سمجھ لینا چاہیئے تھا کہ دینی لحاظ سے ان کا مرتبہ جاتا رہے گا، اور حضرت ابرٰہیم علیہ السلام کی عالمی امامت کی جانشینی ان سے لے کر کسی اور کو سونپ دی جائے گی۔

اس دور میں سامی دین کی تعلیمات کی بنو حام اور بنو یافث کے علاقوں تک نشر و اشاعت کی ابتدائی صورت پیدا ہوئی۔ حضرت حزقی ایل علیہ السلام نے بابل کی اسیری کے دوران جہاں دوسری بار معبد کی تعمیر کی نوید دی، وہیں خطے میں اسرائیل دشمن اقوام کی مانند ایشیائے کوچک اور بالائی علاقوں کے یافثیوں کو اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کا انتباہ کیا۔ ان مخاطبین میں آرمینیا کے شمال میں بلند و بالا سلسلہ ہائے کوہستان کے باسی وحشی اور اڑیل یاجوج ماجوج بھی تھے، جنہوں نے کثیر قومی لشکر ترتیب دیا تھا۔ ان کے ارضی فساد سے بچاؤ کے لیے ابھی دیوارِ عظیم نہیں چنی گئی تھی:

> ”اور خداوند کا کلام مجھ پر نازل ہوا۔ کہ اے آدم زاد! جوج کی طرف جو ماجوج کی سرزمین کا ہے اور روش اور مسک اور توبل کا فرمانروا ہے متوجہ ہو اور اس کے خلاف نبوت کر۔ اور میں تجھے پھرا دوں گا اور تیرے جبڑوں میں آنکڑے ڈال کر تجھے اور تیرے تمام لشکر اور گھوڑوں اور سواروں کو جو سب کے سب مسلح لشکر ہیں جو پھریاں اور سپریں لئے ہیں اور سب کے سب تیغ زن ہیں کھینچ نکالوں گا۔ اور ان کے ساتھ فارس اور کوش اور فوط جو سب کے سب سپر بردار اور خود پوش ہیں۔ جمر اور اس کا تمام لشکر اور اور شمال کی دور اطراف کے اہل تجرمہ اور ان کا تمام لشکر یعنی بہت سے لوگ جو تیرے ساتھ ہیں۔“[10]

(10) حزقی ایل: 38: 1-6

فارسیوں کے سامی ادیان پر اثرات

حضرت یسعیاہ نے ایک صدی پہلے بشارت دی تھی کہ اللہ تعالیٰ اپنے چرواہے خورس کو اقوام کا بادشاہ بنائے گا، وہ معبد کی دوبارہ تعمیر کا حکم دے گا۔ یسعیاہ کی کتاب میں بیان ہے:

"جو خورس کے حق میں کہتا ہوں کہ وہ میرا چرواہا ہے اور میری مرضی بالکل پوری کرے گا اور یروشلیم کی بابت کہتا ہوں کہ وہ تعمیر کیا جائے گا اور ہیکل کی بنیاد ڈالی جائے گی۔"[(11)]

سائرسِ اعظم کا نام دادا کے نام پر کورش رکھا گیا تھا جس کے خاندانی زبان میں معنی چرواہے کے تھے لیکن یہ محض نام تھا۔ اس کا پیشہ چوپانی نہ تھا۔ لوگ ایک قدیم روایت سنتے آئے تھے کہ شاہی نسل کا ایک کورش نامی چوپان رعایا کی چوپانی اور کسبِ معاش کے لیے ان کی رہنمائی کرتا ہے، اور جنگلی درندوں، غارت گروں اور حملہ آوروں یا دیووں سے ان کی حفاظت کرتا ہے۔[(12)]

سائرس کی قوم بنو یافث میں سے تھی۔ یورپ میں آباد یافثی اقوام وحشیانہ لہر بن کر دنیا کے قلب پہ حملہ آور ہوتی رہی ہیں۔ ماضی قدیم کی یہ یافثی قوم خطے کے بدلنے سے ہندوستان میں آریہ اور خراسان و عجم میں آریانہ یا ایرانی بن کے مہذب ہو گئی تھی اور اپنے پسماندہ ماضی کو بھلا چکی تھی۔

سائرس نے پہلے 546 ق م میں لیڈیا کی بادشاہی کو شکست دی اور پھر اس نے 539 ق م میں اچانک اور بغیر لڑے بابل لے لیا۔ اس کی پالیسیاں اپنے پیش رووں سے بہت مختلف تھیں۔ اس نے 586 ق م سے بابل میں مقید عبرانیوں کو رہا کیا، اور انہیں اپنے معبد کی تعمیر نو میں مدد دینے کے لیے واپس یروشلیم بھیجا، اور انہیں ایک نیم آزاد ریاست قائم کرنے کی اجازت دی۔ سائرس نے 530 ق م میں ایک لڑائی میں وفات پائی اور دنیا کی سب سے بڑی سلطنت چھوڑی جس میں توسیع اس کی وفات کے بعد بھی جاری رہی۔ 525 ق م میں اس کے بیٹے نے مصر فتح کیا۔

---

(11) **یسعیاہ** 44: 28

(12) ہیر لڈ لیم، **کورشِ اعظم ذوالقرنین**، مترجم وزیر الحسن عابدی، (لاہور: مقبول اکیڈمی، 2003ء)، 13۔

سائرس فارس اور لیڈیا پر فتح حاصل کر کے یونان کے شہروں تک چلا گیا تھا۔فارس کی سیاسی اور ثقافتی کامیابیاں زرتشت پسندی کے مؤحدانہ عقائد کے مرہونِ منت تھیں۔ اس دوران یہودیت کی تشکیل کرنے والی نئی پیشرفت دیرپا ثابت ہوئی۔[13]

حضرت موسیٰ علیہ السلام کی ہمہ گیر پیشوائی کی جگہ یہود کو اب سیاسی پیشوائی سے ہاتھ دھونا پڑے۔ ارضِ مقدس کی بادشاہت سامی اقوام سے آریائی قوم میں منتقل ہوئی کیونکہ یہ نجات دہندہ غیر سامی آریائی نسل کا تھا۔یہود اپنے ماسوا کو اُمی(Goyim/Gentile)کہتے ہیں لیکن اپنے اس محسن کو وہ نہیں بھلا پائے۔ عصرِ حاضر میں انہیں ڈایا سپورا سے اسرائیل واپسی کے بعد تھرڈ ٹیمپل کی راہ ہموار کرنے میں کوشاں امریکی صدر، سائرس ثانی دکھائی دیتا ہے جسے خراج تحسین پیش کرنے کے لیے اسرائیل کے سرکاری سکوں پر سائرس اور ڈونلڈ ٹرمپ کی تصاویر بنائی گئی ہیں۔

سابقہ انبیاء نے اپنی پیشگوئیوں میں یہود کے نجات دہندہ کو اپنا چرواہا کہا تھا، اور قرآن کریم میں ایک صاحبِ ایمان بادشاہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ وہ اپنی رعایا کی زبان سے آگاہی نہ ہونے کے باوجود ان کی نگہبانی اور بچاؤ کی تدابیر کرتا رہتا تھا۔ عصر حاضر کے مفسرین سائرس کو قرآنی کردار ذوالقرنین کہتے ہیں، جس کے ہاتھوں اہلِ ایمان یہود، کو بابل کی غلامی سے نجات ملی تھی، اور اس نے شاہی خزانے سے انہیں سیکنڈ ٹیمپل بنانے کا حکم دیا تھا۔ اسی اہمیت کے پیشِ نظر یہود نے مشرکین مکہ کے ذریعے نبوت کی صداقت کا امتحان لینے کے لیے آپ ﷺ سے اس کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ابو الکلام آزاد اپنی تفسیر میں ایرانی آثار قدیمہ کی جدید تحقیقات کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

> ”سائرس کی ایک سنگی تمثیل ہے جو اس کے پایہ تخت اصطخر(Pasargadae)کے کھنڈرات میں دستیاب ہوئی ہے اس میں سائرس کا جسم اس طرح دکھایا گیا ہے کہ اس کے دونوں طرف عقاب کی طرح پَر نکلے ہوئے ہیں اور سر پر مینڈھے کی طرح دو سینگ ہیں۔۔۔ ماد اور فارس کی مملکتوں کو دو سینگوں سے تشبیہ دینے کا تخیل ایک مقبول اور عام تخیل تھا، اور یقیناً سائرس کو ذوالقرنین کہہ کر پکارا جاتا تھا۔“[14]

---

(13) Jon Durbin, **Western Civilizations Their History & Their Culture**, 62, 71.

(14) ابوالکلام آزاد، ***تفسیر ترجمان القرآن***، (لاہور، اسلامی اکادمی، 1976ء)، 401۔

حضرت حجی علیہ السلام نے انہیں معبد سلیمانی کی دوبارہ تعمیر پر مائل کرنے کے لیے، ان کے گھروں میں بود و باش کرنے اور یہواہ کے گھر کو کھنڈر کی حالت میں برقرار رکھنے کی عار دلائی۔[15]

جب یہ معبد 515 ق م میں بنا لیا گیا تو اسے سیکنڈ ٹیمپل سے موسوم کیا گیا، اور پھر 444ق م میں یروشلیم کی فصیل دوبارہ بنائی گئی۔

یونانیوں کے سامی ادیان پر اثرات

اللہ تعالیٰ نے یہود کو بیگار سے دوسری بار نجات دی، اور القدس میں دوبارہ انہیں لا بٹھایا لیکن ایک اور مہلت سے یہ فائدہ نہ اٹھا سکے، کیونکہ نافرمانی اور بے عملی میں بھی ان کی پدرم سلطان بود والی رعونت جاری رہی۔ انبیاء کرام انہیں نافرمانی سے فرمانبرداری کی طرف لوٹ آنے کے لیے مسلسل کہتے رہے، جیسے ایک موقعہ پر حضرت ملاکی علیہ السلام نے ان کا کلام انہیں بتا کر نصیحت کی:

> "تم اپنے باپ دادا کے ایام سے میرے آئین سے منحرف رہے اور ان کو نہیں مانا۔ تم میری طرف رجوع ہو تو میں تمہاری طرف رجوع ہوں گا، رب الافواج فرماتا ہے۔ لیکن تم کہتے ہو کہ ہم کس بات میں رجوع ہوں۔"[16]

سکندر اعظم نے 332ق م میں یروشلیم پر قبضہ کر لیا جس کے بعد ارضِ مقدس یونانیوں کی جرنیلی ریاستوں کے ماتحت رہی، جن کی باہمی چپقلش سے مقامی لوگ عاجز آ گئے تھے۔ یونان کے دیوتاؤں کے عریاں مجسموں کی نمائش، ہم جنس پرستانہ رجحانات اور ریسلنگ کی شائق یونانی اقدامات یہودیوں کے لیے ناگواری کا باعث بننے لگے۔ یونانیوں نے سائرس کے روادارانہ نقش قدم پر یہود کو توریت کے قوانین کی روشنی میں ملک چلانے کی اجازت دی، اور سکندریہ کے کتب خانے کے لیے بائبل کا پہلا یونانی ترجمہ کیا گیا۔ اس سے یہودی دین عالمگیریت کی طرف مائل ہوا، جس سے جنم لینے والے مسیحی دین کو تبلیغ و اشاعت میں مدد ملی۔ اس ترجمے میں اگرچہ کافی اغلاط تھیں لیکن اس سے عبرانی الہٰ کا تصور، تہذیب اور قانون محدود معاشرے سے عالمگیر تعارف حاصل کرنے لگا۔

---

(15) **حجی** 1: 3–4

(16) **ملاکی** 3 :7

یونانی اپنے ساتھ شہری ریاستوں کا تصور لائے۔ اسرائیلیوں کی اپنی تاریخ ہجرتوں سے لبریز ہے۔ یونانیوں کے اثر سے یہود نے اسرائیلی شہری ریاست میں پیدائش کے ذریعے شہریت کے حصول کا تصور لیا، اور اسے ذہن میں محفوظ کیا جس نے ڈایا سپورا کے دوران انہیں یروشلیم سے لازوال تعلق فراموش نہ ہونے دیا۔ اس دوران عارضی طور پر ہیکل کی بے حرمتی کی وجہ سے یہود نے بغاوت کر دی، یوں 168 ق م میں یہاں ایک یہودی خاندان ہاسومین نے مکابی بادشاہت قائم کی، جسے اگلی صدی میں روما کی سلطنت نے زیر نگین کر لیا۔ تخریب کردہ یروشلیم میں ہیرود نے 20 ق م میں ٹیمپل ماؤنٹ کو وسعت دی اور ہیکل کو دوبارہ تعمیر کیا۔

رومیوں کے سامی ادیان پر اثرات

رومی سلطنت نے سامی ادیان پر گہرے اثرات مرتب کرنے کے ساتھ ساتھ ان کے اثرات جذب بھی کیے ہیں۔ جب رومیوں نے یہاں پر حکومت قائم کی تو یہود سیزر کے مطیع ہو گئے۔ اس مشکل دور میں معجزانہ طور پر حضرت مسیح علیہ السلام دنیا میں تشریف لائے اور یہود کو حد سے بڑھتی سرکشی سے روکنے لگے۔ یہود کو آپؑ کی تعلیمات ناگوار محسوس ہوئیں تو انہوں نے بزعم خویش آپؑ کو رومیوں کے ہاتھوں مصلوب کرا دیا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کی تبلیغ کے دور میں یہود کی گروہ بندی اور بداعمالی کی حالت یوں تھی:

> "شہر میں دو مذہبی گروہ فریسی اور فقیہ تھے۔ فریسی قدیم یہودیت کی نمائندگی کرتے اور فقیہ لبرل تھے۔ اور اپنے اپنے عقائد میں دونوں گروہ متشدد تھے۔ ان کے علاوہ ایک تیسرا گروہ ان لوگوں کا تھا جن میں مذہب کا فقدان تھا جو انسانی حسیات و جذبات کو اہمیت دیتا، عیش و عشرت کو مقصد زندگی گردانتا اور بیت المقدس کے تھیٹروں اور کلبوں کی سرپرستی کرتا تھا۔ اول الذکر دونوں طبقوں کے رہنما نیک اور سادہ لوگ تھے جبکہ مؤخر الذکر طبقہ کی سرپرستی بادشاہ اور اس کے درباری کرتے۔"[17]

رومیوں کے تاجروں پر بڑھتے ٹیکس اور خاص طور پر کاہنِ اعلیٰ کے تقرر میں من پسندی کے نتیجے میں 66ء تا 70ء کی بغاوت کی فضاء ہموار ہوئی۔ جسے ہیکل میں شہنشاہ کے مجسمہ رکھنے کے حکم اور مقدس ظروف کی چوری نے ہوا دی۔ گلیلی میں یہودی، رومی لشکر کے ہتھے چڑھے، اور پھر یروشلیم میں باہمی خانہ جنگی سے رومی اقتدار کی راہ ہموار ہوئی۔ جس سے تاریخی تباہ کن

---

[17] ممتاز لیاقت، **تاریخ بیت المقدس**، (لاہور، سنگ میل پبلیکیشنز، 2000ء)، 37۔

ہلاکتوں کے ساتھ ساتھ دو ہزار سال تک یروشلیم سے بے دخلی کی اذیت شروع ہوئی۔ ڈایاسپورا کی یہ بے دخلی حضرت مسیح علیہ السلام کی اہانت کی سزا تھی، اور نتیجتاً بنو اسرائیل کی خلافتِ ارضی سے سبکدوشی کا حتمی اعلان تھا۔

رومی جنرل ویسپسین کے محاصرے کے دوران ایک ربی یوچنان بن زکائی نے یروشلیم کے باشندوں کو ہتھیار رکھنے کا مشورہ دیا، لیکن اس کی بات نہ مانی گئی، تو تابوت میں مردہ حالت ظاہر کرتے ہوئے اسے جنرل کے پاس لے جایا گیا۔ بن زکائی نے اسے شہنشاہیت کی ترغیب دلائی اور اپنے ہاں ایک توریت سکول قائم کرنے کا وعدہ لیا۔ یروشلیم کی تباہی کے بعد بن زکائی نے اپنے اسکول کو یہودی دینی مرکز میں تبدیل کر دیا، اور یہ اصرار کیا کہ یہودی قانون کے ذریعے یروشلیم کو خصوصی طور پر دی گئی کچھ مراعات یاوین میں منتقل کر دیئے جائیں۔ ربیانہ تحریک یوچنان بن زکائی سے شروع ہوئی تھی۔ بعد از یروشلیم کی یاوین اکیڈمی میں اب کچھ نیا تھا۔[(18)]

شہنشاہ ہیڈرین نے یروشلیم کو 130ء میں دوبارہ تعمیر کیا اور اس کا نام ایلیاء رکھ دیا اور مشرکانہ جیوپیٹر معبد قائم کیا۔ اس نے دوسری یہودی بغاوت کو کچلا اور یہودیوں کو فلسطین سے بے دخل کر دیا۔ یہودیت اور مسیحیت دوسری اور تیسری صدی عیسوی میں پروان چڑھنا شروع ہوئیں۔ بڑے پیمانے پر جلاوطنی کی پریشانی میں جن اسکالروں نے یہودیت کی تشکیل نو کی تھی، وہ مسیحیت کو نظر انداز کرتے رہے۔ تاہم مسیحی یہودیت کو نظر انداز نہ کر سکے۔ انہیں یہودی دینی ادب کے ہر اہم کردار میں حضرت مسیح علیہ السلام کا عکس دکھائی دیتا تھا، نیز انہوں نے بجا طور پر یقین کر لیا کہ آپؑ ہی عبرانی بائبل میں اسرائیل کے موعود مسیحا تھے۔[(19)]

رومیوں پر مسیحیت اثر انداز ہونا شروع ہوئی لیکن آرمینیا 301ء میں مسیحیت کو اپنا ریاستی دین بنانے والی پہلی قوم بن کر سبقت لے گئی۔ جس کے بعد جلد ہی 313ء میں رومی شہنشاہ کانسٹینٹائن اول نے مسیحیت کو قانونی حیثیت دی۔ نیقہ کی کونسل میں شہنشاہ سے ایک چرچ بنانے کا مطالبہ کیا گیا تو اس کی والدہ ہیلینا نے ارضِ مقدس کے دورے کے دوران گرجاگھروں کی تعمیر کے احکامات دیئے، جس سے بڑے پیمانے پر یاتریوں کا آمد شروع ہوئی۔ 330ء میں شہنشاہ قسطنطین نے اپنا دارالحکومت بازنطیم منتقل کیا اور اس کا نام قسطنطنیہ رکھا، جو اب استنبول ہے۔

---

(18) Catherine Hezser, **The Social Structure of the Rabbinic Movement in Roman Palestine**, (Mohr Siebeck, 1997), p. 64.

(19) Jon Durbin, **Western Civilizations Their History & Their Culture,** 181.

مسیحی روم اور پارسی فارس اس وقت کی بڑی طاقتیں تھیں جن کے مابین پرانی عداوت تھی۔ فارسیوں نے 614ء میں یروشلیم پر قبضہ کیا، تو بہت سے گرجا گھر تباہ کیے اور خاص طور پر چرچ آف ہولی سیپلچر کو جلایا۔ اس دوران سرزمین عرب میں آخری نبی حضرت محمد ﷺ نے اللہ وحدہ لاشریک کی طرف دعوت دینا شروع کر دی تھی۔ عرب، روم و فارس کی جنگ پر گہری نظر رکھے ہوئے تھے اور قرآن کریم میں حسبِ حال ایک معجزانہ پیشگوئی کی گئی جو جلد پوری ہوئی۔ اس میں مغلوب مسیحیوں کے حق میں فتح کی نوید دی گئی اور مسلمانوں کی کامیابی کا اعلان کیا گیا:

«غُلِبَتِ الرُّومُ فِي أَدْنَى الْأَرْضِ وَهُمْ مِنْ بَعْدِ غَلَبِهِمْ سَيَغْلِبُونَ فِي بِضْعِ سِنِينَ لِلَّهِ الْأَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْ بَعْدُ وَيَوْمَئِذٍ يَفْرَحُ الْمُؤْمِنُونَ بِنَصْرِ اللَّهِ يَنْصُرُ مَنْ يَشَاءُ وَهُوَ الْعَزِيزُ الرَّحِيمُ۔»(20)

”قریبی سرزمین میں رومی مغلوب ہوگئے ہیں جو اس غلبے کے بعد چند سالوں میں غالب آجائیں گے۔ اس سے پہلے اور بعد میں حکم اللہ تعالیٰ کا ہی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی مدد سے اس دن مسلم خوش ہو جائیں گے۔ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے وہ غلبے والا، رحم والا ہے۔“

عربوں کے سامی ادیان پر اثرات

آخری نبی ﷺ کی عربوں میں بعثت سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اولاد کی ایک شاخ سے دوسری شاخ میں دینی سیادت کی تبدیلی کا آغاز ہوا۔ یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کا انکار کر دیا تو آپؑ نے خلافتِ ارضی کے منصب کو تبدیل کیے جانے کا انتباہ یوں کیا تھا:

”اس لیے میں تم سے کہتا ہوں کہ خدا کی بادشاہی تم سے لے لی جائے گی اور اس قوم کو جو اس کے پھل لائے دے دی جائے گی۔“(21)

اللہ تبارک و تعالیٰ نے سید الانبیاء حضرت محمد ﷺ کو مدینہ منورہ کا اسلامی مرکز بنانے سے ایک سال قبل معراج کا شرف عطا فرمایا۔ مشرکین مکہ کو اسریٰ کی آیات سناتے ہوئے بتایا گیا کہ آپ ﷺ مکہ کے ابدی قبلہ سے قاب قوسین کی جانب بڑھے تو ارضی منزل، القدس پر قیام کیا، اور انبیاء کرام علیہم السلام کی جماعت کرائی۔ نبی کریم ﷺ کی ہجرت مدینہ

(20) الروم 30: 2-5

(21) متی کی انجیل: 21: 43۔

سے یہود مسلم تعلقات کا باقاعدہ آغاز ہوا۔ آپ ﷺ نے میثاق مدینہ کے ذریعے شہری ریاست کو امن کو گہوارہ بنا دیا، لیکن اپنی بد طینت کی وجہ سے یہود نے اپنے لیے بالآخر حالات ناخوشگوار بنا لیے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد یہود سے یروشلیم چھن گیا تھا اور تحویل قبلہ کے حکم سے خلافتِ ارضی کی تبدیلی پر مہر ثبت ہوئی۔ اس دور کی بڑی طاقتوں، روم اور فارس، کے دو قطبی نظام میں مشرق وسطیٰ نے کئی اتار چڑھاؤ دیکھے تھے، جس کے اثرات یہود و نصاریٰ پر پڑتے رہے۔

خلافتِ راشدہ کے دور میں اسلامی افواج نے ارضِ مقدس کی تاریخ میں پہلی بار پر امن طریقے سے یروشلیم فتح کیا، جس کے بعد عرب خاندانوں کی حکومتیں شروع ہوئیں جن کی عالمی طاقت کے تحت غیر مسلم رعایا خصوصاً اہلِ کتاب کو قابلیت کے مطابق ترقی کے مواقع ملتے رہے۔ عربوں اور خاص کر سیدنا عمر فاروق کی سیاسی، ریاستی، معاشی، زرعی اور حربی تدابیر نیز حسنِ انتظام کو ایک عالم نے سراہا ہے۔ آپ نے اسلامی تعلیمات کے مطابق غیر مسلم رعایا سے تعلقات میں معیاری رویہ اپنایا۔ حضرت عمر بن عبد العزیز اپنے ایک خط میں بیت المال سے کمزور اور لاچار ذمیوں کا وظیفہ لگانے کے بارے میں ایک روایت بیان کرتے ہیں کہ ایک بار خلیفہ ثانی در بدر بھیک مانگتے ایک بوڑھے ذمی کے پاس سے گذرے تو فرمایا:

«ما انصفناک ان کنا اخذنا منک الجزیة فی شبیبتک ثم ضعیناک فی کبرک۔»[22]

"ہم نے تمہارے ساتھ انصاف نہیں کیا کہ ہم نے تم سے تمہاری جوانی میں جزیہ وصول کیا پھر تمہیں تمہارے بڑھاپے میں بے یار و مددگار چھوڑ دیا۔"

دمشق، بغداد اور قاہرہ کے پایہ تخت میں مختلف عرب خاندانوں کے خلفاء کے زیر اقتدار فلسطین پر امن رہا۔ مقامِ معراج پر قبۃ الصخرۃ 692ء میں مکمل ہوا اور فتح کے دن سے 463 سال تک یہاں کی مقامی اور سرکاری زبان عربی بنی رہی، اور اکثر رعایا کا دین اسلام رہا۔ تاہم یہودی ایک اقلیت کی حیثیت سے موجود رہے، اور مسیحی زیارت کے لیے آتے جاتے رہے، جو عربوں کی اعلیٰ تہذیب سے متاثر ہوئے۔

عربوں نے ادیانِ عالم پر مثبت اثرات مرتب کیے جن میں سب سے اہم علم و حکمت سے دوستانہ رویہ ہے۔ دینی علوم میں تحقیقی ذوق، حدیث مبارکہ کی روایت و درایت کے اصول، اسماء الرجال کے انسائیکلوپیڈیا کی تیاری کے ساتھ ساتھ فلسفہ و سائنس کے علوم کی سرپرستی اور دار التراجم کا قیام وغیرہ اس کی روشن مثالیں ہیں۔ بڑے شہروں کی یونیورسٹیوں میں بلا تخصیصِ

(22) ابو عبید، القاسم بن سلام، **کتاب الاموال**، مترجم: طاہر سورتی، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقات اسلامی، س ن)، حدیث: 119، ص 168۔

دین وملت فیوضِ علم بانٹا جاتا رہا، جس سے مسیحی یورپ نے بھرپور استفادہ کیا۔ سامی ادیان کے پیرو اطباء اور فلاسفہ کی عربوں نے قدر افزائی کی اور پھر مسلم افکار تادیر مغربی جامعات میں شاملِ نصاب رہے۔

صحرائے گوبی کے منگول اوران کے حلیف تاتاری ترکستان، فارس، عراق اور شام کے مسلمانوں پر قہر بن کے ٹوٹے تھے، جس کی وجہ سے عربوں کے ہاتھ سے حکومت جاتی رہی۔ عربوں کی عالمی سیادت چھن جانے میں اللہ تعالیٰ کی وہی سنت جاری ہوئی تھی جو بنو اسرائیل میں ہو چکی تھی، اور اس بارے میں قرآن کریم میں پہلے سے متنبہ فرمادیا گیا تھا کہ:

وَإِن تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُونُوا أَمْثَالَكُم۔ [23]

"اور اگر تم منہ پھیر دوگے تو اللہ تعالیٰ تمہارے سوا دوسروں کو بدل دے گا جو تمہاری مانند نہ ہوں گے۔"

منگولوں نے مشرق بعید کی زرد نسل اور روس کو بھی تاراج کر دیا تھا۔ روس، وسطی ایشیا اور پھر مشرقِ وسطیٰ کے منگول حکمران مسلمان ہوئے جو بعد میں اپنے اوپر حاوی ہو جانے والے ترکوں کے حلیف بن گئے۔ ترک پہلے سے خلافتِ اسلامی میں بھرپور اثر ورسوخ رکھے ہوئے تھے۔ غیر عرب سلجوق، مملوک اور منگولوں سے ہوتا ہوا مسلم اقتدار عثمانی ترکوں تک پہنچا جن کی سلطنت بعد میں خلافتِ عثمانی کہلائی۔ عربوں سے غیر عرب مسلمانوں میں قیادت کی تبدیلی میں منگول ریلے کے بعد صلیبی جنگوں نے اسباب مہیا کیے۔

صلیبیوں کے سامی ادیان پر اثرات

مغرب میں نئے میلینیم کے بارے میں بڑے خوشگوار نظریات پائے جاتے ہیں۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے آسمان پر اٹھائے جانے کے ایک ہزار سال بعد نزولِ مسیحؑ کی انہیں پکی امید تھی، کہ اگلے پچھلے تمام ایماندار آپؑ کے ساتھ مل کر آسمان پر چلے جائیں گے، تو شریر کفار پر قیامت آ پہنچے گی۔ اسی امید کی راہ ہموار کرنے کے لیے انہوں نے ارض مقدس کو مسلمانوں سے چھین کر اپنے قبضے میں کرنے کے لیے صلیبی جنگیں شروع کیں۔ سیکولر مغرب کو آج، دوسرا عیسوی ہزاریہ بھی اسی Rapture کی امید بندھا رہا ہے جس کی وجہ سے مشرقِ وسطیٰ بدامن خطہ بن گیا ہے۔

مشرقی آرتھوڈوکس مسیحیوں نے بازنطینی سلطنت کی قیادت میں مسلمانوں سے جنگوں سے احتراز شروع کر دیا تھا، جس کا فائدہ اٹھا کر رومن کیتھولک نے ارضِ مقدس کی لڑائی کا عَلَم تھام لیا اور پوپ اربن دوم نے صلیبی جنگوں کی راہ ہموار کرنا شروع کر دی۔ اس نے 1095ء میں کلرمونٹ کونسل منعقد کی جس میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ طویل عرصے سے لوگوں کو

(23) محمد: 38

لوٹنے والے ڈاکو اب ڈاکہ زنی کرنے کی بجائے نائٹ بن جائیں، اور ارضِ مقدس میں اپنے مسیحی بھائی بندوں کو یاترا سے روکنے والے اور ان سے برسرِپیکار ترک وحشیوں سے موزوں طریقے سے لڑیں۔[24]

کونسل کو بتایا گیا کہ سلجوق ترکوں نے 1071ء میں یروشلیم پر قبضہ کیا تو مسیحیوں کو ستانا شروع کیا، گرجاگھروں کی بے حرمتی کی اور زائرین کو روکا۔ بازنطینی شہنشاہ کی ہمشیرہ انا کومینا صلیبی جنگوں کی ابتداء کی گواہ ہے۔ وہ پہلی صلیبی جنگ کی وجوہات بیان کرتے ہوئے کہتی ہے کہ پیٹر دی ہرمیٹ نے صلیبی جنگ برپا کرنے لے لیے ایک ہوشیار مدبر کی طرح ترکیبیں اپنائیں۔ اس نے تمام لاطینی کلیساء کے زیرِ اثر مغربی ممالک میں صلیبی تبلیغ کرنے کا فیصلہ کیا۔ اسے اپنے مقصد میں حیران کن کامیابی حاصل ہوئی۔ اس نے یروشلیم پر مسیحی قبضے کی امید پیدا کر دی تھی۔[25]

صلیبیوں نے سامی ادیان پر اثرات مرتب کیے اور مسلمانوں سے اثرات لے کر علمی ترقی کی ابتداء کی۔ ان جنگوں سے پہلے مسلمانوں کے بارے میں مغرب میں عجیب و غریب باتیں منسوب تھیں۔ صلیبی جنگجوؤں نے ان سنی سنائی اور بے سر وپا کہانیوں کو حقیقت اور سچائی جان لیا تھا اور انہوں نے گویا عقیدہ بنا لیا تھا کہ مسلمان وحشی، اجڈ اور بت پرست ہیں جن کے ناپاک قبضے سے بزورِ بازو سرزمینِ مقدس کو واگذار کرانا نہایت ضروری ہے۔[26]

صلیبی لشکر نے 1099ء میں یروشلیم پر قبضہ کیا تو قبۃ الصخرۃ کو خداوند کا ہیکل بنایا گیا۔ سلطان صلاح الدین نے بحیرہ طبریہ کی بالائی طرف میں صلیبیوں کو شکست دی اور پھر یروشلیم کو حاصل کر لیا۔ دو سو سال میں مغرب نے پے در پے شکست کھائی تو اسے ہوش آیا اور وہ آٹھ صلیبی جنگوں کا خونریز سلسلہ ترک کرنے پر مجبور ہوا۔[27]

صلیبی جنگوں سے واپسی پر یورپ تاریک دور ختم کرکے علم دوستی سے انسان دوستی کے رستے پر گامزن ہوا۔ دینی و دنیوی تعلیم کی جامعات میں ترویج سے نشاۃ ثانیہ نے اصلاح پسندی کا رخ کیا جس کی وجہ سے پروٹسٹنٹ، رومن کیتھولک سے

(24) Sarah Jane Allen and Emilie Amt, **The Crusades: A Reader Peterborough**, (Ontario: Broadview Press, 2003) 39.

(25) E. Sewter (trans.), **Anna Comnena- Excerpted from the Alexiad**, (New York: 1969), 308.

(26) ندوی، ابوالحسن علی، **مغرب سے کچھ صاف صاف باتیں**، (کراچی: مجلس نشریات اسلام، س ن)، 14۔

(27) عبدالرؤف، ڈاکٹر، **تاریخ اسلام**، (لاہور، فیروز سنز، 1995ء)، 126۔

الگ ہوگئے۔ مسیحی فرقہ پرستی سے لادینیت کو استحکام ملا، جس کی بدولت یہود سے نفرت میں بتدریج کمی آئی، لیکن مسلم دشمنی پروان چڑھتی رہی، جس کا ایک انداز تحریکِ استشراق کے تحقیقی نظریات کی شکل میں ملتا ہے۔

ترکوں کے سامی ادیان پر اثرات

سلطان صلاح الدین ایوبی نے 1189ء میں بیت المقدس کو فتح کیا تو یہ کرد جرنل عالمِ اسلام کی اپنے وقت کی حقیقی قیادت تھی جس نے ارضِ مقدس میں مسلم مفادات کی نگہبانی کی۔ ایوبی خاندان کو جلد ہی منگولوں اور صلیبیوں کا دوطرفہ خطرہ درپیش ہوا تو چھٹی صلیبی جنگ کے دوران 1229ء میں مغرب کے صلیبی قائد اور مقدس رومی شہنشاہ فریڈرک دوم نے مذاکرات سے یروشلیم اور دیگر مسیحی مقدس مقامات صلیبیوں کے لیے حاصل کیے، لیکن جلد ہی تاتاریوں نے 1244ء میں ارضِ مقدس ہتھیالی جنہیں ایوبی جانشین مصری مملوک نے پہلی بار شکست دی، ارضِ مقدس واپس لی اور 1517ء تک اپنی زیر نگرانی رکھا جن سے عثمانی حکمرانوں نے اسے حاصل کیا اور ٹھیک چار صدیوں تک یہاں براجمان رہے۔

خلافت عربوں سے عثمانی ترکوں کو منتقل ہوئی جن کے مایہ ناز سلطان سلیمان عالیشان نے یروشلیم کے پرانے شہر کی موجودہ دیواریں بنائیں۔ عثمانی خلافت کے جارحانہ اقدامات مسیحی مغرب کے لیے ڈراؤنا خواب بن گئے، جن کے ویانا جیسے شہروں کے محاصرے سے مغرب کو صلیبی جنگوں سے ارضِ مقدس کے حصول کی بجائے اپنے تحفظ کی فکر لاحق ہوئی۔ ترکوں نے مشرقی آرتھوڈوکس کے خطے، مشرقی یورپ میں اسلام کا بیج بویا اور اپنی حربی صلاحیت سے مغرب کو متاثر کیا جس کا مقابلہ کر کے مغرب میں عظیم طاقتیں نمودار ہوئیں۔ جب سلطنت عثمانیہ کمزور ہونا شروع ہوئی تو روس کے دباؤ پر ترکوں نے 1757ء میں چرچ آف ہولی سیپلچر اور دیگر مسیحی مقدس مقامات یونانی آرتھوڈوکس کے قبضے میں دے دیئے۔

مغرب کے دباؤ پر یروشلیم میں 1849ء میں مشرق وسطیٰ کا اولین پروٹسٹنٹ چرچ تعمیر ہوا۔ مغربی اثر ورسوخ کے آگے بند باندھنے کے لیے روس نے قدم بڑھائے تو روسی ایماء پر عثمانی سلطان عبد المجید نے ہدایت کی کہ مقدس مقامات پر قبضہ 1757ء کے حکم کے مطابق باقی ہے۔ انیسویں صدی کے آخر میں مغربی یہودیوں کی صہیونی تحریک نے جنم لیا جنہوں نے ارضِ مقدس کے حصول کے لیے تراکیب استعمال کرنا شروع کیں۔ یہود کے نمائندے مقروض سلطنت کے خلیفہ سے ملے اور تمام واجب الاداء رقم، فلسطین میں یہودی آبادکاری کی اجازت سے مشروط کرتے ہوئے اپنے ذمے لینے کی پیشکش کی لیکن خلیفہ نے انہیں صاف جواب دے دیا۔

برطانویوں کے سامی ادیان پر اثرات

یورپی اقوام کی ترقی نے انہیں عالمگیر غلبے کا رستہ دکھایا جس سے باقاعدہ نو آبادیاتی نظام تشکیل پایا جس میں یورپ کے شمالی جزائر برطانیہ نے سب کو پیچھے چھوڑ دیا۔ برطانویوں نے اکثر ادیان عالم کے پیروکاروں پر حکومت کی اور ان کے معاملات میں دخیل رہے۔ برطانیہ میں عرصے سے موجود یہودیوں کو اثر و رسوخ بڑھانے کا موقع ملا جن کی برادری میں شامل ایک رہنما سر موسس مونٹیفور نے 1839ء میں جدید یہودی ریاست کے قیام کے لیے تجویز پیش کی۔ اپنی برادری کی بھرپور مالی استعانت سے اس نے یہودی تارکین وطن کے یروشلیم پہنچنے پر پرانے شہر کی بیرونی جانب 1860ء میں ان کی آبادی بنوائی۔ سرمایہ داروں کی دیکھا دیکھی کمیونسٹ یہود نے بھی فلسطین کا رخ کیا تو 1909ء میں فلسطین میں بحیرہ طبریہ کے جنوبی کنارے پر پہلی اشتراکی بستی کبوتز بنائی گئی۔

یورپ کی یہودی برادری نے جنگِ عظیم اول سے فائدہ اٹھایا اور جنگی مصارف کے بوجھ تلے دبی برطانوی حکومت کی حمایت حاصل کرنے میں کامیاب ہوئی۔ برطانوی وزارت خارجہ کے 1917ء میں مشتہر کیے گئے بالفور اعلامیہ میں فلسطین میں یہودی وطن کے قیام کی حمایت کی گئی۔ اسی سال جنرل ایلنبائی کی سرکردگی میں برطانوی فوج نے فلسطین کو عثمانی ترکوں سے ہتھیا لیا تو برطانوی وزیرِ اعظم ڈیوڈ لائڈ جارج کا کہنا تھا کہ دنیا کے اس مشہور ترین شہر پر قبضے سے مسیحی دنیا نے مقدس مقامات دوبارہ حاصل کر لیے ہیں۔ اس فتح سے مغربی دنیا نے فتح کا جشن منایا اور امریکی اخبار نیویارک ہیرالڈ نے شہ سرخی جمائی کہ برطانیہ نے 673 برس بعد یروشلیم کو آزاد کروالیا ہے، جس سے مسیحی دنیا میں زبردست خوشی کی لہر دوڑ گئی ہے۔[28]

لیگ آف نیشن نے فلسطین کے برطانوی مینڈیٹ کی 1922ء میں منظوری دی۔ فلسطین کے ایک حصے پر برطانیہ نے 1946ء میں اپنے چہیتے شریف آف مکہ کی اولاد کو اردن نامی ملک تخلیق کر کے دیا۔ اقوام متحدہ نے یروشلیم کو بین الاقوامی کنٹرول میں دیتے ہوئے 1947ء میں فلسطین کو یہودی اور عرب ریاست میں تقسیم کا منصوبہ بنایا۔ برطانوی دور میں یہودیوں نے آبادکاری کر کے علاقے کی آبادی کا تناسب تبدیل کر دیا تھا اور اس منصوبے میں انہیں ان کے تناسب سے زیادہ زمین دی

---

(28) **یروشلم: سات ہزار برسوں کی خون آلود تاریخ**، تاریخ استفادہ: 11 جنوری، 2020ء https://www.bbc.com/urdu/world.

گئی تو عربوں نے اسے تسلیم نہ کیا۔ برطانیہ نے اپنے مینڈیٹ سے 1948ء میں دستبرداری کرتے ہوئے اپنی افواج واپس بلا لیں اور 14 مئی 1948ء کو اسرائیل کی آزاد حکومت کے قیام کا اعلان کر دیا گیا۔

اسرائیلی مظالم کی وجہ سے مسلمان علاقوں میں بسنے والے یہودی اپنے آپ کو غیر محفوظ سمجھنے لگے جنہیں امریکہ اور اسرائیل نے نقل مکانی کی ترغیب دی۔ مغربی تہذیب میں شامل پروٹسٹنٹ مسیحی ممالک اسرائیل کو اپنا نمائندہ سمجھتے ہیں، لیکن کیتھولک فلسطین میں یہودی اور مسلم کے بجائے ایک مسیحی ریاست قائم کرنا چاہتے ہیں، اور اسی خواہش کی تکمیل مشرقی آرتھوڈوکس کے مسیحی ممالک روس کی علمبرداری میں چاہتے ہیں۔

قیامِ اسرائیل کے اعلان سے یہود عرب جنگ شروع ہو گئی، جس میں اسرائیل نے کامیابی حاصل کی، جس کی وجہ سے سات لاکھ فلسطینی مہاجر بن کر دنیا میں پھیل گئے۔ مصر نے غزہ اور اردن نے مشرقی یروشلیم سمیت دریائے اردن کے مغربی کنارے پر قبضہ کر لیا۔ ان علاقوں کو اسرائیل نے مصر، شام اور اردن کے خلاف 1967ء کی چھے روزہ جنگ میں واپس لے لیا، اس نے صحرائے سینا اور گولان کی پہاڑیوں کو بھی چھین لیا۔ مصر اور شام کے خلاف 1973ء میں رمضان جنگ میں اسرائیل نے خطے میں مزید فائدہ اٹھایا۔ اسرائیل نے صحرائے سینا مصر کو واپس کر کے 1979ء میں امن معاہدہ کیا۔ اس نے اردن سے 1994ء میں امن معاہدے کیا۔

فلسطینیوں نے 1987ء میں پہلی انتفاضہ کے نام سے چھے سالہ بغاوت شروع کی۔ جب ایک اسرائیلی سیاستدان ایریل شیرون نے یروشلیم میں حرم مقدس کا متنازعہ دورہ کیا تو 2000ء سے دوسری انتفاضہ شروع ہوئی۔ اسرائیل نے اپنے تحفظ کے نام پر مغربی کنارے سے الگ کرنے کے لیے 700 کلومیٹر طویل دیوار 2002ء میں تعمیر کرنا شروع کر دی۔ اس سے پہلے اس نے 1993ء میں فلسطینی اتھارٹی کو مغربی کنارے اور غزہ میں محدود خود مختاری دے رکھی تھی۔

نبی اکرم ﷺ نے وحی الہٰی کے ذریعے مکالمے سے معاملات کا حل پہلے سے دے رکھا ہے۔ اس بارے میں آپ ﷺ کی حیاتِ طیبہ اور بعد میں توجہ نہیں دی گئی تو حالات اس مقام تک آ پہنچے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ يَآ اَهْلَ الْكِتَابِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ۔ »[29]

(29) آل عمران:64

”کہہ دیجئے کہ اے اہلِ کتاب! ایک بات کی طرف آؤ جو ہمارے اور تمہارے درمیان برابر ہے کہ سوائے اللہ کے اور کسی کی بندگی نہ کریں اور اس کا کسی کو شریک نہ ٹھہرائیں اور سوائے اللہ کے کوئی کسی کو رب نہ بنائے، پس اگر وہ پھر جائیں تو کہہ دو گواہ رہو کہ ہم تو مسلم ہیں۔“

حضرت مسیح علیہ السلام کے دوبارہ نزول سے پہلے کوئی فریق ہار ماننے کو تیار نہیں ہے۔ مسیحی پوپ فرانسس کی عالمی امن کے قیام اور آرمیگاڈان کی جنگ ٹالنے کے لیے توحید کی بنیادوں پر سامی ادیان کو جمع کرنے کی کوششیں قابلِ ستائش ہیں، لیکن یہ بارآور ہوتی دکھائی نہیں دیتیں۔ مسیحی پروٹسٹنٹ اور صہیونی یہود کا گٹھ جوڑ اس میں سب سے بڑی رکاوٹ ہے۔ آخری نبی ﷺ نے یہود کے سامنے قرآنی آیت تلاوت کرتے ہوئے اتمام حجت فرمادی تھی:

عَسَى رَبُّكُمْ أَنْ يَرْحَمَكُمْ وَإِنْ عُدْتُمْ عُدْنَا وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكَافِرِينَ حَصِيرًا۔[30]

”ہو سکتا ہے کہ اب تم پر تمہارا رب رحم کرے۔ لیکن اگر تم اپنی روش کا اعادہ کروگے تو ہم بھی سزا کا اعادہ کریں گے۔ اور کافروں کیلئے ہم نے جہنم کو قید خانہ بنا رکھا ہے۔“

نشیب و فراز کا ذائقہ چکھنے والے یہود کو رجوع الی اللہ کے ذریعے کامرانی کے حصول کیلئے آخری مہلت کو سمجھ جانا چاہیئے تھا۔ انہیں کلمۃ اللہ، مسیح موعود نبیؑ کے نزول کا انتظار گوارہ نہیں ہے۔ وہ مغربی تہذیب کی سائنس اور ٹیکنالوجی کی ترقی سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہیں۔ انہیں آخر الزماں میں اقتدار چاہیئے، چاہے وہ دجالِ اکبر کی پیروی سے حاصل ہو۔ جب یہ جھوٹا نبی اقتدار کے عروج پر ہوگا تو سچا مسیحا نازل ہوگا۔ تب یہود کو کہیں پناہ نہیں ملے گی، وہ اپنے جھوٹے مسیحا کے ساتھ عبرتناک سزا کے حقدار ٹھہریں گے۔

حضرت مجمع بن جاریہ انصاری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

«يَقْتُلُ ابْنُ مَرْيَمَ الدَّجَّالَ إِلَى جَانِبِ لُدٍّ۔»[31]

”ابن مریم علیہا السلام دجال کو بابِ لُد پر قتل کریں گے۔“

---

(30) **بنی اسرائیل:** 8

(31) امام ابوعیسیٰ محمد بن عیسیٰ بن سوره الترمذي ، **السنن الترمذي** ، كتاب الفتن، باب ما جاء في قتل عيسى بن مريم الدجال، (بيروت: دار الكتب الاسلامية، 1429ھ)، الحديث: 2244، 4/ 515۔

ایک اور حدیث میں حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

«لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُقَاتِلَ الْمُسْلِمُونَ الْيَهُودَ ، فَيَقْتُلُهُمُ الْمُسْلِمُونَ حَتَّى يَخْتَبِئَ الْيَهُودِيُّ مِنْ وَرَاءِ الْحَجَرِ وَالشَّجَرِ ، فَيَقُولُ الْحَجَرُ أَوِ الشَّجَرُ : يَا مُسْلِمُ يَا عَبْدَ اللَّهِ هَذَا يَهُودِيٌّ خَلْفِي فَتَعَالَ فَاقْتُلْهُ ، إِلَّا الْغَرْقَدَ فَإِنَّهُ مِنْ شَجَرِ الْيَهُودِ.»(32)

”قیامت قائم نہ ہوگی یہاں تک کہ مسلمان یہودیوں سے جنگ کریں اور مسلمان انہیں قتل کر دیں یہاں تک کہ یہودی پتھر یا درخت کے پیچھے چھپیں گے تو پتھر یا درخت کہے گا اے مسلمان اے عبداللہ یہ یہودی میرے پیچھے ہے آؤ اور اسے قتل کر دو سوائے درخت غرقد کے کیونکہ وہ یہود کے درختوں میں سے ہے۔“

خلاصۃ البحث

سامی ادیان کے مطابق ارضِ مقدس اللہ تعالیٰ کی عطاء کردہ خلافتِ ارضی کی علامت ہے۔ جب اللہ تعالیٰ نے بنی نوع انسانی میں سے حضرت ابرٰہیم علیہ السلام کو امامت کا مرتبہ دیا تو ان کی اولاد کو ارضِ مقدس عطاء کرنے کا وعدہ کیا گیا تھا۔ ارضِ مقدس کے فاتحین نے خلافتِ ارضی کی تبدیلی میں اہم کردار اداء کیا ہے۔ جب بنو اسرائیل نے خلافتِ ارضی کے معیار سے گری ہوئی حرکات کیں تو اللہ تعالیٰ نے ان پر دیگر اقوام کو مسلط کیا، اور بار بار مواقع عطاء کیے۔ مشرقِ وسطیٰ میں سامی اقوام چھائی ہوئی تھیں اور اسرائیلیوں کی بار بار خلافت سے نااہلی کی سزا اسوریائی اور کلدانی سامی طاقتوں کے ہاتھوں دی گئی۔ جن کے بعد بنو یافث کی ایرانی طاقت کے سامیوں پر غلبے کی صورت میں یہودی بنو اسرائیل کے جانشین بنے۔

یہود نے حضرت مسیح علیہ السلام کو صلیب پر چڑھانے کی کوشش کر ڈالی۔ اس وجہ سے ان کی منتخب قوم ہونے سے نااہلی پر تصدیق کی مہر ثبت ہوگئی۔ انہیں رومیوں نے بے دخل کر دیا اور پھر مسیحیت اختیار کرلی۔

جزیرۃ العرب میں ختمِ نبوت کے منصب کے ساتھ اللہ کے آخری رسول ﷺ حتمی تعلیمات لے کر آئے۔ آپ ﷺ کے منفرد معجزانہ سفر معراج میں آسمانوں کا سفر، یروشلیم میں انبیاء کی امامت کے بعد شروع ہوا۔ خلافتِ راشدہ کی فتح عربوں کی جانشینی کی نوید لائی اور پھر سامی عربوں سے خلافت غیر عرب مسلمانوں میں منتقلی کے لیے حکمتِ الٰہی سے منگولیائی تاتاریوں نے تباہ کن اور یافثی یورپ نے صلیبی جنگیں لڑی تھیں۔

(32) امام مسلم بن الحجاج القشیری، **صحیح مسلم**، كِتَاب الْفِتَنِ وَأَشْرَاطِ السَّاعَةِ، بَاب لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يَمُرَّ الرَّجُلُ، (بیروت: دار الکتب الاسلامیة، 1435ھ)، الحدیث: 5207، 4: 252

عصر حاضر کی صہیونی ریاست عہد نامہ عتیق کے گریٹر اسرائیل کے سنہری دور کی بازیابی کے لیے مغربی ایماء پر بنائی گئی ہے۔ برطانوی غلبے اور اس کے نتیجے میں صہیونی قبضے سے ارضِ مقدس قربِ قیامت میں حتمی نتیجے کی طرف آ پہنچی ہے۔ اس میں سامی ادیان کے مستقبل کا حتمی فیصلہ ہونا ہے۔ ارضِ مقدس میں یہود کی واپسی عدل وانصاف سے ہونی چاہیئے تھی لیکن ایسا نہ ہو سکا۔ وہ فراموش کر گئے ہیں کہ بغیر کسی نبی کے ان کا نبیوں کے اسرائیل کا قیام اللہ تعالیٰ کی دراز کی گئی رسی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اس ڈھیلی رسی کو کھینچے گا تو دجال اور اس کی صہیونی ریاست کے ساتھ ساتھ اس کی ہمنوا مغربی تہذیب کا گلا گھونٹ دیا جائے گا۔